44

جلسہ سالانہ کے سلسلہ میں بعض ضروری اَور اہم ہدایات

(فرمودہ 25 دسمبر 1953ء بمقام ربوہ)

تشہد، تعوّذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

''آج میں کارکنانِ جلسہ سالانہ کو اس امر کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ بار بار کے تجربہ کا نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ ہر سال پہلے سے اچھا انتظام ہو اور پچھلے تجربہ سے فائدہ اٹھایا جائے۔ خالی تجربہ کوئی چیز نہیں بلکہ اصل چیز تجربہ سے فائدہ اٹھانا ہوتا ہے۔ ورنہ دنیا میں کوئی انسان بھی ایسا نہیں جو ہر وقت تجربہ نہیں کر رہا۔ جاہل سے جاہل انسان بھی دنیا میں زندگی بسر کرتا ہے تو کئی باتیں اُسے بار بار پیش آتی ہیں لیکن وہ اُن سے فائدہ نہیں اٹھاتا۔ پس کام کو متواتر کرنا مفید چیز نہیں بلکہ ہر دفعہ کام کرنے میں جو نقائص رہ جائیں اُن کو نوٹ کر لینا اور دوسری دفعہ انہیں دُور کرنا اصل کام ہے۔

تم دیکھ لو مسلمانوں پر متواتر تباہیاں آئیں۔ اُن کی حکومتیں تباہ ہو گئیں ان کے ملک تباہ ہو گئے اور یورپین قوموں نے انہیں کچل دیا۔ اگر محض متواتر کام کرنا مفید ہوتا تو مسلمان اِس سے سبق حاصل کرتے۔ اور اگر بار بار کے تجربہ سے انسان تجربہ کار کہلاتا تو مسلمان اصلاح پذیر ہو جاتے۔ لیکن ہوا یہ کہ جب کوئی ملک تباہ ہونے لگا اور غیر اقوام نے اُس پر حملہ کیا تو ہر مسلمان سلطنت نے یہ خیال کیا کہ وہ ہم پر حملہ آور نہیں ہو رہا نتیجہ یہ ہوا کہ آہستہ آہستہ سب مسلمان حکومتیں

تباہ کر دی گئیں۔ جب انگریزوں نے ٹیپو سلطان کو ہلاک کرنا چاہا تو اُس نے سب مسلمان بادشاہوں اور رؤساء کو کہلا بھیجا کہ یہ حملہ صرف مجھ پر نہیں بلکہ باری باری تم سب پر ہوگا آؤ ہم سب مل کر ان کا مقابلہ کریں۔ اگر ہم لڑتے ہوئے مر گئے تو بہادر کہلائیں گے اور ہماری حسرت بھی نکل جائے گی کہ ہم نے مقابلہ کر لیا۔ لیکن کوئی مسلمان بادشاہ یا نواب اُس کی مدد کو نہ آیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ٹیپو سلطان کی مدد نہ باہر والوں نے کی اور نہ ملک کے اندر والوں نے کی۔ وہ نیک شخص تھا اور بہادر تھا۔ وہ اکیلا لڑا لیکن اُس میں اِتنی طاقت نہیں تھی کہ انگریزوں کا مقابلہ کر سکتا۔ آخر اس نے مقابلہ کرتے ہوئے جان دے دی۔ اور وہ ایک ہندو ریاست بنا دی گئی۔ پھر حیدر آباد پر قبضہ کر لیا گیا۔ اب نہ وہ رہا اور نہ یہ، دونوں سلطنتیں مٹا دی گئیں۔

پس بار بار کوئی کام کرنا مفید نہیں ہوتا۔ بلکہ کسی چیز کے بار بار ہونے سے نتائج اخذ کرنا اور ان کے مطابق اپنی تدبیر کو بدلتے جانا مفید ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ دس جلسے ہو گئے ہیں۔ اس لیے ہمیں تجربہ ہو گیا ہے تو یہ حماقت ہے۔ اگر ایک سال کے جلسے سے بعض نتائج کو حاصل نہیں کیا گیا اور اُس کے نقائص کو نوٹ کر کے دوسرے سال انہیں دور نہیں کیا گیا اور پھر دوسرے سال کے نقائص کو نوٹ کر کے تیسرے سال ان کی اصلاح نہیں کی گئی تو کوئی تجربہ نہیں ہوا، چاہے بیس جلسے ہی کیوں نہ گزر جائیں۔

دوسری بات جو میں کہنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ کل ایک دوست نے میرے پاس یہ شکایت کی ہے کہ اِس سال کھانے میں خرابی ہو رہی ہے۔ افسروں کے پاس شکایات لے کر جاتے ہیں تو وہ اس طرف توجہ نہیں کرتے۔ اس دوست نے لکھا ہے کہ میں نے بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ یہاں تو کوئی شخص ہمیں پوچھتا نہیں ہم کل واپس چلے جائیں گے۔ جس دوست نے یہ شکایت لکھی ہے وہ مخلص احمدی ہیں اور تعلیم یافتہ ہیں اور پھر جماعت کے ایک ذمہ وار کام پر مقرر ہیں۔ لیکن بعض لوگوں کی حِس زیادہ تیز ہوتی ہے۔ وہ چھوٹی بات کو بڑا بنا لیتے ہیں۔ ممکن ہے ان کی حِس بھی تیز ہو اور ذکاوتِ حِس کی وجہ سے وہ ایک چھوٹی بات کو بڑا سمجھ بیٹھے ہوں۔ لیکن اگر اس دوست کی روایت ٹھیک ہے تو جس نے بھی ایسی بات کہی ہے مجھے اس سے کوئی ہمدردی نہیں۔ ایک بیمار پر جس طرح رحم کیا جاتا ہے میں اُس پر رحم تو کر سکتا ہوں لیکن اُس کی تکلیف کی وجہ سے مجھے کوئی

تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ اس نے جو فقرے کہے ہیں وہ کسی ایمان دار شخص کے منہ سے نہیں نکل سکتے۔ یہاں کوئی شخص کھانے کے لیے نہیں آتا اور نہ ایسی تقریبیں تعیّش اور آرام کے لیے مقرر کی جاتی ہیں۔ بلکہ اس قسم کی تقریبیں اس لیے مقرر کی جاتی ہیں تا لوگ دین کی باتیں سنیں اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے فائدہ اٹھائیں۔

دنیا کی مجالس میں سے اگر کسی مجلس سے جلسہ سالانہ کو تشبیہہ دی جاسکتی ہے تو وہ صرف حج کا اجتماع ہے۔ اِس کا یہ مطلب نہیں ہے ہم اسے حج کا درجہ دیتے ہیں۔ جیسے مخالف لوگ کہتے ہیں کہ ہم قادیان جانے کو حج کہتے ہیں۔ حج وہی ہے جسے اسلام نے مقرر کیا ہے۔ لیکن لوگوں کے جمع ہونے کی وجہ سے اِس تقریب کو اگر کسی چیز سے مشابہت دی جاسکتی ہے تو وہ حج کا اجتماع ہے۔ حج کو 1300 سال سے اوپر عرصہ ہو رہا ہے۔ بلکہ اسلام سے بھی پہلے کئی ہزار سال سے حج کی تقریب چلی آ رہی ہے۔ لیکن مکہ میں ایک شخص کی روٹی کا بھی انتظام نہیں۔ 1300 سو سال سے زیادہ عرصہ سے مسلمان حج کے لیے مکہ مکرمہ میں جاتے ہیں۔ اور ان میں سے کوئی بھی یہ نہیں کہتا کہ چونکہ یہاں روٹی کا انتظام نہیں اس لیے ہم واپس چلے جاتے ہیں۔ لیکن یہاں تو کھانے کا انتظام بھی ہوتا ہے۔ اور جہاں ہزاروں کے لیے رہائش اور کھانے کا انتظام کرنا تھوڑے آدمیوں کے سپرد ہو وہاں بعض کمزور لوگوں سے غلطیاں بھی ہوں گی۔ اور پھر بعض طاقتور لوگ بھی طاقت سے زیادہ کام ہونے کی وجہ سے غلطی کریں گے۔ بہرحال یہ غلطیاں تو ہونگی۔ لیکن ایک عقلمند شخص جو احمدیت کی حقیقت کو سمجھتا ہے اسے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ یہ ایک زائد چیز ہے۔ زمانہ کے حالات کی وجہ سے یہ صورت پیدا ہوگئی ہے کہ یہاں آنے والوں کے لیے کھانے اور رہائش کا انتظام کر دیا جاتا ہے۔ ورنہ حج کے موقع پر ایسا کوئی انتظام نہیں ہوتا۔ اور پھر کوئی شخص شکایت نہیں کرتا۔ عُرسوں کو دیکھ لو۔ بزرگوں کی قبروں پر عُرس ہوتے ہیں اور وہاں قوالیوں اور ناچ گانے کے سوا کیا ہوتا ہے۔ لیکن عام لوگ عقیدت کی وجہ سے وہاں چلے جاتے ہیں۔ وہاں ہر شخص کو صرف ایک روٹی اور تھوڑی سی دال دی جاتی ہے اور اُسی غذا پر تین دن تک گزارہ کیا جاتا ہے۔ حج میں لوگ چار دن تک جنگل میں بغیر کسی مکان کے گزارہ کرتے ہیں۔ وہاں اِس قسم کی تکلیف ہوتی ہے کہ حاجی لوگ روٹیاں پکا کر ساتھ لے جاتے ہیں۔ اور جب بھوک لگتی ہے تو انہیں بھگو کر کھا لیتے ہیں۔ یہاں تو سب سہولتیں

بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ اس لیے اِس قسم کا فقرہ منہ سے نکالنا درست نہیں۔ جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ یہاں تو ہمیں کوئی پوچھتا نہیں ہم واپس چلے جاتے ہیں۔ میں اُن سے کہوں گا کہ اُن کا یہاں آنا ہی مناسب نہیں تھا۔ انہوں نے یہاں آکر غلطی کی ہے۔ اور بجائے ثواب کے گناہ حاصل کیا ہے۔

پھر میں ذمہ وار کارکنوں سے یہ کہتا ہوں کہ وہ اپنے فرائض کو خوش اسلوبی اور بشاشت سے ادا کریں۔ اور چاہے کسی کو شکایت ہو یا نہ ہو وہ خوشی سے ان باتوں کو برداشت کریں۔ اللہ تعالیٰ نے جماعت کے لیے یہ ثواب کے دن مقرر کیے ہیں۔ باہر والے اس موقع پر یہاں آتے ہیں، سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہیں، کام کاج چھوڑ کر آتے ہیں، یہاں وہ کئی تکالیف برداشت کرتے ہیں، راتوں کو زمین پر سوتے ہیں، غذا بھی بعض اوقات ان کو مناسبِ حال نہیں ملتی۔ وہ خدا تعالیٰ کی باتیں سنتے ہیں اور اس طرح ثواب کماتے ہیں۔ یہاں کے رہنے والوں کو سفر کی صعوبتیں برداشت نہیں کرنی پڑتیں۔ وہ اپنے کام کاج چھوڑ کر یہاں نہیں آتے۔ ہاں وہ باہر سے آنے والوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور اس طرح ثواب حاصل کرتے ہیں۔ اگر باہر والے اس موقع پر مرکز میں نہ آتے تو وہ ثواب سے محروم رہتے۔ اور اگر یہاں رہنے والے مہمان نوازی کا کام نہ کرتے تو سارا ثواب باہر والے ہی لے جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کے لیے ثواب کے مواقع بہم پہنچائے ہیں۔ باہر والوں کے لیے بھی اور یہاں رہنے والوں کے لیے بھی۔ اس لیے دونوں کو خوش ہونا چاہیے کہ خدا تعالیٰ نے ان کا خانہ خالی نہیں چھوڑا اور دونوں کے لیے اپنے قُرب کی راہیں کھول دی ہیں۔'' (الفضل 6؍دسمبر 1961ء)